ڈاکٹر ظفر علی راجا

فرانس اور مغرب میں حجاب کا مسئلہ کیوں اٹھا؟

یورپ میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ خود اسلام کی تاریخ قدیم ہے۔ پہلی صدی ہجری ہی میں مسلمان یورپ میں پہنچ گئے تھے۔ اندلس کی فتح کے بعد اسلامی فوج جنوبی فرانس تک اپنی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتی چلی گئی تھی۔ ۱۴۹۲ء میں سقوطِ غرناطہ کا سانحہ ہوا تو مسلمانوں کی یہاں سے ہجرت کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا۔ اس طرح پندرہویں اور سولہویں صدی تک کم از کم تین لاکھ مسلمان فرانس میں آباد ہوئے۔ ایک طرف مسلمانوں کی فرانس میں آمد کا یہ سلسلہ تھا اور دوسری جانب خود فرانس نے اپنے قرب و جوار میں اپنا سیاسی اثر و رسوخ اور اقتدار قائم کرنے کے لئے اپنی افواج کو استعمال کیا اور بہت سے مسلمان ممالک مثلاً شام، لبنان، الجزائر، مراکش، سینگال، موریطانیہ، تیونس اور متعدد افریقی ممالک پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ اس طرح ان ممالک کے مسلمان بھی کثرت سے فرانس میں آتے جاتے رہے۔ فرانس کی تعمیر و ترقی میں مسلمان محنت کشوں کا کردار نہایت اہم ہے فرانس کی تاریخ گواہ ہے کہ نقل مکانی کر کے اس سرزمین پر آنے والے مسلمانوں نے نہ صرف فرانسیسی قوانین کا احترام ملحوظ خاطر رکھا بلکہ فرانس کے قومی مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے کردار کا تعین کیا، فرانس نے بھی اس سلسلے میں کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور اپنے ہر شہری کو دین اور اعتقاد کی آزادی کی ضمانت دی۔

۱۹۱۷ء میں فرانس میں باضابطہ طور پر ایک اسلامی کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۲۶ء کے دوران فرانس کے دارالحکومت پیرس میں ایک بڑی اور مرکزی مسجد تعمیر ہوئی۔ ۱۹۸۲ء میں مسلمانوں کو باقاعدہ قانون سازی کے ذریعہ مسلم تنظیمیں اور فلاحی ادارے رجسٹر کروانے کے حق دے دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں فرانس بھر میں لاتعداد تعلیمی ادارے، تربیتی مراکز اور مسلم ثقافتی سینٹر وجود میں آ گئے جو اب تک کامیابی سے کام کر رہے ہیں۔

انقلاب فرانس کے بعد سے فرانسیسی حکومت کا عمومی رویہ تحمل اور فراخ دلی کے اصولوں پر مشتمل رہا ہے۔ اور ماضی قریب میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اگر کسی ادارے یا فرد نے فرانس میں آباد مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر کوئی قدغن لگانے کی کوشش کی تو خود حکومتی پر اس کا نوٹس لیا گیا اور اس کوشش کو ناکام بنا دیا گیا۔

فرانس اور مسئلہ حجاب:

ایک مرتبہ ۱۸۸۹ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۹۲ء میں فرانس پر کچھ متعصب عناصر نے سکولرازم کے نام پر

مسلمان طالبات کو حجاب سے منع کرنے کی تحریک شروع کی تو عدلیہ سے منسلک اعلیٰ ترین ادارے 'اسٹیٹ کونسل' نے فیصلہ صادر کیا اور قرار دیا کہ دینی شعائر کا اہتمام اور تسلسل فرانس میں قائم سیکولر نظام سے متصادم نہیں ہے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ حکومت میں موجود موثر حلقوں نے امریکہ میں ہونے والے نائن الیون واقعہ کے بعد اپنی رائے بدل لی ہے اور امریکہ نے اسلامی تہذیب کے خلاف درپردہ اور بظاہر دہشت گردی کے خاتمے کے لئے جو مہم شروع کی تھی، یورپ کے ترقی یافتہ ممالک نے اس میں اپنا کردار اس طرح ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ وہ یورپ میں عرصہ دراز سے رہنے والے مسلمانوں کی طرز زندگی اور شعائر اسلامی پر مبنی اطوار و خصائل کو بدل ڈالنے کی مہم پر چلنے نکلے ہیں۔

اس مہم کا آغاز جرمنی اور فرانس سے کیا گیا۔ ۲۷ر مارچ ۲۰۰۳ء کو پیرس کے قریب فرانس کی حکمراں جماعت کے ارکان اسمبلی اور وزراء کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں حجاب اور مذہبی علامات پر پابندی لگانے کے سلسلے میں غور وخوض کیا گیا۔ اطلاعات کے مطابق حکومتی جماعت کے ۹۰ فیصد ارکان نے ایسی پابندیوں کی حمایت کی۔ اجلاس کے بعد اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے فرانس کے وزیر اعظم جین پیری رافرین نے اعلان کیا کہ حکومت سرکاری اداروں میں کام کرنے والی مسلم خواتین پر یہ پابندی عائد کرنے کا پروگرام بنارہی ہے کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران حجاب ترک کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ اس مقصد کے لئے باقاعدہ قانون سازی کی جائے گی تاکہ لباس میں سیاسی تعلق یا مذہبی لگاؤ کے تمام نشانات کو مٹایا جاسکے۔ فرانسیسی سیکولرازم کی حفاظت کی جاسکے اور فرانس میں بسنے والی تمام خواتین کو ''بنیاد پرستی کے دباؤ'' سے محفوظ رکھا جاسکے۔

وزیر اعظم فرانس نے اسلام کے خلاف تہذیبی جنگ پر رہبان سازی کا پردہ ڈالنے کے لئے مزید وضاحت کی کہ حجاب کے خلاف یہ قانون کسی مذہب کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مقصد وحید عورتوں کو پابندیوں سے آزاد کروانا ہے۔ اس کے بعد فرانسیسی حکومت کے ایک سابق وزیر برنر سٹازے کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور اسے پردہ کے مسئلے کا جائزہ لے کر اپنی رپورٹ پیش کرنے کا فریضہ تفویض کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ فرانس کے سیاست دانوں کی جانب سے حجاب کی مخالفت میں ایک مہم کا آغاز کر دیا گیا۔ حکومتی جماعت کے چیئرمین اور سابق وزیر اعظم فرانس السین جپٹی نے کہا کہ سرکاری اسکولوں میں مذہبی علامات کی نمائش اور استعمال کے خلاف ایک سخت گیر قانون وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ فرانس کے سابق وزیر تعلیم کلوڈ الاجر نے حجاب کے مسئلے پر ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیکولرازم کو اسلام کے مطابق نہیں ڈھلنا بلکہ اسلام کو فرانسیسی سیکولرازم کے مطابق ڈھلنا ہوگا۔ فرانسیسی قیادت کی جانب سے مذکورہ بالا طرز کے بیانات سے فرانسیسی معاشرے میں بہت سے سوالات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور 'خاص مذہبی علامات' جیسی اصطلاحات پر بحث عروج پر ہے۔ ایسے سوالات بھی اٹھائے جارہے ہیں کہ کیا حجاب کے بعد داڑھیوں' خاص طرز سے بال بڑھانے اور سکھوں کی پگڑیوں پر بھی پابندی لگائی جائے گی' اس ضمن

میں فرانس کے وزیر تعلیم لک فیری کے اس بیان کو مرکزی نقطہ بحث بنایا جا رہا ہے جس میں انہوں نے پابندی کے قانون کی حمایت کرتے ہوئے سکھوں کے حوالے سے کہا کہ پابندی کا دائرہ وسیع ہوا تو سکھوں کو غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والی پگڑیوں کا انتظام کرنا ہوگا۔ فرانس کے صدر ژاک شیراک نے تیونس کے دورے کے دوران ایک تقریر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل بیان جاری کیا:

"مکمل سیکولر فرانسیسی حکومت طالبات کو اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ اپنے ہدایت یافتہ ہونے کا اعلان کرتی پھریں۔ حجاب میں جارحیت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ فرانس میں مسلمانوں کی اکثریت سے ہمیں کوئی شکوہ نہیں ہے اور ہماری حکومت فرانس میں ہجرت کرکے آنے والوں کو اپنے ماحول اور معاشرے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔ لیکن ظاہری مذہبی علامتوں کے ذریعے دوسروں کو کھلم کھلا اپنے دین کی طرف بلانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔"

فرانسیسی حکومت کی جانب سے قائم کی جانے والی برنرسٹازے کمیٹی نے ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء کو اپنی سفارشات حکومت پیش کیں۔ ان سفارشات میں حجاب کو دینی علامت گردانتے ہوئے اسے ممنوع قرار دینے کی سفارش کی گئی تھی۔ حجاب کے ساتھ ساتھ مذکورہ کمیٹی نے عیسائیوں کی صلیب کے نشان اور یہودیوں کی مخصوص ٹوپی کو بھی دینی علامت قرار دیتے ہوئے تعلیمی اداروں میں ان سب چیزوں کی ممانعت کی سفارش کی۔ البتہ عیدالاضحیٰ پر فرانس میں بسنے والے مسلمانوں اور عید غفر پر عیسائیوں کے لئے سرکاری تعطیل کرنے کی بھی سفارش کی۔

کمیٹی کی سفارشات آتے ہی یورپی مسلمان دنیا میں عمومی طور اور فرانس میں خصوصی طور پر ایک وسیع احتجاج کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ دس ہزار سے زائد مسلمان فرانسیسی خواتین نے کمیٹی سفارشات کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا۔ جبکہ فرانس میں بسنے والے تین ہزار سکھ نمائندگان نے بھی حکومت کو احتجاجی یادداشت پیش کی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ فرانس میں رہنے والے سکھوں کے خلاف نہ تو دہشت گردی کا کوئی الزام ہے اور نہ ہی یہ لوگ بنیاد پرست ہیں۔ اس لئے اگر بال اور داڑھیاں کٹوانے پر مجبور کیا گیا یا پگڑیوں پر پابندی عائد کی گئی تو یہ ان کی مذہبی آزادی میں ایک صریح مداخلت کے مترادف ہوگا۔

مسلم دنیا کا ردعمل:

اس کے ساتھ ہی پوری دنیا کے مسلم ممالک میں ردعمل ظاہر ہونا شروع ہوا۔ مصر کے موثر اور معروف اسلامی گروہ الاخوان المسلمون کی طرف سے ایک سخت بیان میں کہا گیا ہے کہ فرانس کا یہ قانون مسلمانوں کی ذاتی اور مذہبی آزادی پر ایک نا روا قدغن کا درجہ رکھتا ہے۔ ایران کے صدر محمد خاتمی نے اپنے احتجاجی بیان میں حجاب جیسی مذہبی علامت پر پابندی کی مذمت کرتے ہوئے حکومت فرانس سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے فیصلے پر فوری نظر ثانی کرے۔ پاکستان کی قومی اسمبلی کی خاتون ارکان نے ۲۸ر جنوری ۲۰۰۴ء کو فرانسیسی سفارت خانہ اسلام آباد کے سامنے احتجاجی

مظاہرہ کیا اور حکومت فرانس سے مطالبہ کیا کہ حجاب پر پابندی سے متعلق اپنے فیصلے پر نظرثانی کرے۔ اس موقع پر فرانس کے سفیر کو ایک یاداشت بھی پیش کی گئی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ حکومت فرانس بنیادی انسانی حقوق کی پاسداری کرے اور کسی مذہب یا نسل یا کلچر کا امتیاز کئے بغیر فرانس میں رہائش پذیر تمام لوگوں کو یکساں حقوق مہیا کرے۔ جماعت اسلامی پاکستان نے ایک قرارداد میں حکومت فرانس سے مطالبہ کیا کہ وہ اظہار کی آزادی، دینی کی آزادی، ضمیر کی آزادی اور طرز بودوباش کی آزادی جیسے اپنے اصولوں سے انحراف نہ کرے اور ہر مذہب کے پیروکاروں کو اپنے اپنے عقائد کے مطابق تبلیغ کرنے اس سے شعائر کو زیر عمل لانے اور اپنی عبادات کو اپنے طریقوں کے مطابق بجالانے پر کسی طرح کی پابندیاں لگانے سے باز رہے۔ قرارداد میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حجاب پر پابندی کے نتیجے میں بے شمار مسلمان عورتیں تعلیم اور ملازمت کے مواقع سے محروم ہو جائیں گی۔ جو سراسر ایک ناانصافی ہوگی۔

۳۰ رجنوری کو الجزائر کی 'الجیرین اسلامک پارٹی' نے فرانسیسی سفارت خانے میں یاداشت پیش کی جس میں کہا گیا کہ پابندی کا مجوزہ قانون بجائے خود انتہا پسندی کی ایک مثال ہے لہذا اس کے نفاذ سے پرہیز کیا جانا چاہیے۔

اس سے قبل جنوری ۲۰۰۴ء کے دوسرے ہفتے میں براعظم امریکہ اور یورپ کے بہت سے ممالک میں قائم مسلمان اداروں اور تنظیموں کی طرف سا بھی مربوط اور منظم احتجاجی مظاہرے ترتیب دیئے گئے۔ یہ مظاہرے امریکہ اور کینیڈا میں زیر تعلیم مسلمان طلباء کی سب سے بڑی تنظیم ''مسلم اسٹوڈنٹس ایسوی ایشن'' کی جانب سے منعقد کئے گئے۔ اس تنظیم کے زیر انتظام واشنگٹن، اٹلانٹا، ہیوسٹن، میامی، سان فرانسسکو، ٹورنٹو کے علاوہ برطانیہ اور جرمنی کے مختلف شہروں میں جو مظاہرہ کئے گئے، ان مظاہروں میں مسلم طلباء کے علاوہ انسانی حقوق اور شہری آزادیوں کے لئے کام کرنے والی بہت سی مشہور متحرک اور غیر مسلم تنظیموں نے بھی شرکت کی۔

فرانس سمیت دنیا بھر میں ہونے والے ان مظاہروں کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے فرانس کے صدر شیراک نے برنرسٹازے کمیٹی کی مرتب کردہ تجاویز کی پُرزور حمایت کی اور کہا کہ انہیں امید ہے کہ حکومت فرانس آئندہ کیلنڈر سال شروع ہوتے ہوئے ان پابندیوں کو قانونی شکل دے دے گی۔ اس طرح یہودی ٹوپیوں، بڑی کرسچین صلیبوں اور حجاب کا ملبوساتی استعمال غیر قانونی قرار دیا جائے گا۔

اسی طرح اسکولوں میں زیر تعلیم مسلمان طالبات آئندہ سال کے اوائل سے حجاب نہ پہننے کی پابند قرار پائیں گی، پابندیوں سے متعلق اس بل کی کابینہ میں منظوری کے بعد فرانس کے وزیر اعظم ژاک شیرک نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''اس بل سے فرانس کے اسکولوں کی غیر جانبداری مستحکم ہوگی۔ اس بل کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کے زیر اثر عام زندگی میں روزمرہ مذہبی علامات کے استعمال کو ممنوع قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ پابندی صرف اسکولوں کی حد تک

نافذ کی جارہی ہے۔ اس اقدام سے ہماری تاریخ، ہماری روایات اور ہماری اقدار کو تحفظ فراہم ہوگا اور یہ سب کچھ ہم پوری ذمہ داری سے کررہے ہیں تاکہ دین اور حکومت کو علیحدہ علیحدہ رکھ کر فرانسیسی سیکولرازم کو مضبوط بنایا جاسکے۔"

جرمنی:

فرانس کے بعد جو یورپی ملک حجاب پر پابندی کے سلسلے میں سرگرم ہے وہ جرمنی ہے۔ جرمنی کے چانسلر نے ایک بیان میں کہا کہ حجاب پر پابندی کے قانون کا نفاذ ہمارے ۲۰۰۴ء کے ایجنڈے میں شامل ہے۔ جرمن اخبارات کے مطابق صدر جوہانسگر ہارڈ کا خیال ہے کہ جرمنی کی تمام ریاستوں کو حجاب پر پابندی کے قانون کے دائرہ کار میں لانا ضروری ہے۔

جرمنی کی سب سے بڑی اور قدامت پسند ریاست بویریا میں بھی اسکولوں میں حجاب پر پابندی سے متعلق ایک مسودہ قانون تیار کیا گیا ہے۔ لیکن فرانس کے برعکس اس مجوزہ قانون میں عیسائیوں اور یہودیوں پر کوئی پابندی نہیں ہوگی اور وہ صلیب یا خصوصی ٹوپی پہن سکیں گے۔ بویریا کی وزیر تعلیم مونیکا ہولمائرے نے مجوزہ قانون کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے ایک بیان میں کہا کہ بوئریا میں سیاسی اور مذہبی علامت کے طور پر حجاب کا استعمال فزوں تر ہوتا چلا جارہا ہے اور اگر اس پر پابندی نہ لگائی گئی تو خدشہ ہے کہ طلبہ مذہبی شدت پسندی کا شکار نہ ہونے لگیں۔ انہوں نے کہے کہ یہ قانون طلبا کے والدین اور سرپرستوں کی اکثریت کے مطالبے پر وضع کیا جارہا ہے۔

بویریا کے آئین کے مطابق وہاں کوئی بھی قانون علاقائی پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن پارلیمنٹ میں کٹر کرسچین یونین پارٹی کی اکثریت کی وجہ سے مجوزہ قانون کی منظوری کو محض ایک رسمی کاروائی قرار دیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل جرمنی ہی کی اک اور ریاست **Baden-Wuerrmderg** میں بھی حجاب پر پابندی کا مسودہ قانون پیش کیا جاچکا ہے۔ اس کے علاوہ جرمنی ہی کے ایک شہر **Darrmastard** میں جرمنی کی سولہ ریاستوں کے وزرائے تعلیم، ثقافت و مذہبی امور کا اجلاس منعقد ہوچکا ہے جس میں حجاب کے مسئلے پر تفصیلی بحث مباحثے کے بعد ۱۶ میں سے ۷ ریاستوں نے حجاب پر پابندی لگانے کی حمایت کی۔ جرمنی کے سیاسی حلقوں کا کہنا ہے کہ ۲۰۰۴ء کے دوران حجاب پر پابندی کے قانون کو جرمنی کے اکثریتی علاقوں میں ایکٹ شف پارلیمنٹ کے ذریعے نافذ کردیا جائے گا۔ اس سے قبل جرمنی کے تیرہ صوبوں میں سے سات میں مسلمان استانیوں پر پہلے ہی یہ پابندی عائد کی جاچکی ہے کہ وہ تعلیمی اداروں میں حجاب پہن کر نہ آیا کریں۔ جب کہ بہت سے اسکولوں میں طالبات سے بھی کہا جاچکا ہے کہ اگر انہیں تعلیم جاری رکھنا ہے تو وہ اسکارف پہن کر اسکول میں نہ آیا کریں، یاد رہے کہ جرمنی کے آئین کے آرٹیکل ۴ کی رو سے جرمنی میں رہائش پذیر ہر فرد کو اپنے مذہبی شعار کے مطابق زندگی گزارنے کی ضمانت مہیا کی گئی ہے۔

ناروے:

ناروے کی حکومت بھی فرانس اور جرمنی کے زیر اثر حجاب پر پابندی لگانے کے معاملے کو رفتہ رفتہ آگے بڑھا رہی ہے۔ لیکن بنیادی انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیموں کے دباؤ کے سبب اس پابندی کو فی الحال تجارتی مراکز اور سپر اسٹورز پر کم کرنا والی مسلمان خواتین تک محدود رکھنے پر غور کررہی ہے۔ اس محدود پابندی پر ناروے کے عوام کا ردعمل جاننے اور پرکھنے کے بعد مزید اقدامات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ناروے کے ایک وزیر کا بیان اس دباؤ کا مظہر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ناروے حکومت مذہب کی بنید پر امتیازات اجاگر کرنے کے خلاف ہے' لیکن جہاں تک حجاب کا معاملہ ہے تو اس کا استعمال بظاہر قابل اعتراض نہیں ہے لیکن اگر اس سے ہائی جین اور انسانی صحت کو کچھ مسائل درپیش ہوں تو حجاب پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

بلجیئم:

ناروے کے وزیر نے حجاب پر پابندی کے لئے اس کے ہائی جین اثرات اور انسانی صحت کو لاحق اَن دیکھے خطرات کی طرف اشارہ کیا ہے تو بلجیئم میں ایک نئے جواز کو حجاب پر پابندی کی بنیاد بنایا جارہا ہے۔ بلجیئم کے حجاب مخالف حلقے اسلامی شدت پسندی کے علاوہ یہ اعتراض بھی پیش کررہے ہیں کہ پاسپورٹ اور شناختی کارڈوں کے اجراء میں تمام خواتین کا ننگے ہونا ضروری ہے تاکہ ان کی درست شناخت میں کسی ابہام یا شک وشبے کی گنجائش نہ رہے۔

سویڈن:

یورپ کے آزاد خیال ترین ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ اس ملک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں انسانی آزادیوں پر کسی طرح کی قدغن لگانا بنیادی انسانی حقوق کے یکسر خلاف سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ اس ملک میں امن وسکون سے زندگی بسر کررہے ہیں۔ لیکن بین الاقوامی اخبارات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سویڈن میں بھی حجاب مخالف قوتوں نے قومی سطح پر اس مسئلے کے حوالے سے مباحثہ کا آغاز کردیا ہے اور حجاب پر پابندی کے مختلف منصوبے تیار کئے جارہے ہیں۔

مسلم ممالک میں حجاب پر پابندی:

حجاب سے متعلق مغربی ممالک کا مندرجہ بالا رویہ درست ہے یا غلط؟............اس بحث کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ حجاب کے حق میں بات کرتے ہوئے علمائے کرام سب سے بڑی دلیل یہ دیتے ہیں کہ حجاب مسلمان عورتوں کے محض لباس کا ایک حصہ نہیں ہے بلکہ حجاب میں رہنا ایک مسلمان عورت کے مذہبی فرائض میں داخل ہے' مرغبی ممالک کے دانشوروں اور حجاب مخالف حلقے اس دلیل کے جواب میں بہت سے اسلامی ممالک کی مثال پیش کرتے ہیں اور استدلال کرتے ہیں کہ اگر خود بعض اسلامی ممالک میں حجاب پر پابندی کے قوانین اور ضوابط موجود ہیں تو مغرب کے ان

ممالک پر انگشت نمائی کیوں؟ جہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے اور نہ ہی ان کا معاشرہ حجاب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ معترض حلقوں کا کہنا ہے کہ فرانس میں تو صرف سرکاری اسکولوں کی حد تک طالبات کو پابند کیا جارہا ہے کہ وہ حجاب ترک کردیں۔ لیکن اس کے برعکس شمالی افریقہ کے مسلم ممالک میں مدارس سے آگے بڑھ کر یونیورسٹیوں تک میں حجاب پر پابندی عائد ہے۔ مزید یہ کہ سرکاری اور پرائیویٹ دفاتر میں بھی کسی مسلمان عورت کو حجاب میں فرائض سرانجام دینے کی اجازت نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ با حجاب خواتین کا سرکاری اسپتالوں میں علاج تک کرنے سے انکار کردیا جاتا ہے۔ عوام سے درخواست کی جاتی ہے کہ ان ٹیکسی کاروں میں سفر نہ کریں جن کی ڈرائیور با حجاب عورتیں ہیں۔

فرانس میں حجاب پر پابندی کے خلاف مسلمان عورتوں نے جلوس نکالے تو فرانسیسی اخبارات نے تحقیقی مضامین شائع کیے اور ''بے پردہ تیونس'' کے عنوان سے جلی سرخیوں والے اخبارات عوام میں مفت تقسیم کیے گئے۔ ان اخبارات نے انکشاف کیا کہ مسلم تیونس کے آئین کی شق نمبر ۱۰۸ حجاب پر پابندی لاگو کرتی ہے۔ اس شق کی روشنی میں حجاب والی خواتین کو تعلیم‘ ملازمت اور علاج کے حق سے محروم کردیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں ترکی کی مثال بھی نمایاں ہے۔ جہاں ملک کی اعلیٰ ترین تعلیمی کونسل کے احکامات کے تحت اسکارف پہننے پر پابندیاں عائد ہیں اور اسکول‘ یونیورسٹی اور سرکاری دفاتر میں خواتین کے لئے حجاب پہننا قانوناً ممنوع ہے۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء میں ہونے والا ایک واقعہ بھی اس سلسلے میں مثال کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ جب ترکی کے صدر نے حکمران جماعت کے وزراء اور ارکان کو دعوت دی۔ لیکن ان وزراء اور ارکان پارلیمنٹ کی بیگمات کو دعوت میں بلانے سے انکار کردیا جو حجاب کی پابندی کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں جن با حجاب خواتین کو ترکی کے صدر نے نظرانداز کیا ان میں وزیراعظم اور ترکی کے آئینی کورٹ کے چیئرمین جیسی اہم شخصیات کی بیگمات بھی شامل تھیں۔ صدر نے اپنے اس اقدام کا جواز بتاتے ہوئے کہا کہ صدر سیکولر نظام کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں اور آئین میں درج سیکولرازم کے تحت جمہوری حقوق کے نگہبان ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حجاب پہننے اور اس کی سرکاری تقریبات میں نمائش سے ایک سیاسی اسلام اور اسکے غلبے کا تصور اجاگر ہوتا ہے۔

اس ضمن میں گاہے گاہے پاکستان کی بات بھی اب ہونے لگی ہے اور کہا جانے لگا ہے کہ پاکستان بھی اپنی قومی ہوائی سروس پی آئی اے میں کام کرنے والی خواتین کو دوپٹہ کی پابندی سے آزاد کرنے کے لئے ضوابط تیار کررہا ہے۔ حجاب مخالف مہم میں مصر کے مفتی ازہر شیخ محمد سعید طنطاوی کا ''فتویٰ'' بھی شدومد سے پیش کیا جارہا ہے۔ جس میں انہوں نے کہا ہے:

''اسکارف کے خلاف احکامات فرانس کا اندرونی مسئلہ ہے‘ ہم مداخلت نہیں کرسکتے۔ فرانس کو اپنی مرضی کے مطابق قانون سازی کا حق ہے‘ جو مسلمان خواتین فرانس میں رہتی ہیں‘ وہ اضطرار کی حالت میں اسکارف چھوڑ سکتی

ہیں۔"

اس کے برعکس ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر نے فرانس کی حجاب پالیسی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مسلم خواتین کو یہ حق ملنا چاہیے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق سر پر اسکارف کا استعمال کرسکیں' انہوں ل ے کہا کہ امریکہ میں مسلمان خواتین کو اس امر کی آزادی حاصل ہے۔

اگر مذکورہ بالا ساری بحث کو سمیٹا جائے تو حاصل کلام یہ ہے کہ تمام مسلمان ممالک کے احتجاج کے باوجود فرانس میں اس سال ایک ایسا قانون لاگو کیا گیا ہے جس کے تحت مسلمان طالبات اسکولوں میں اور مسلمان خواتین سرکاری دفاتر میں حاضری کے دوران حجاب استعمال کرنے کے حق سے محروم ہوجائیں گی۔ اسی سال اس پابندی کا دائرہ ناروے' بلجیئم اور سویڈن تک پھیل سکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس گھمبیر اور سنجیدہ صورتحال میں کیا کیا جائے اور اگر کچھ کرنا ہے تو یہ کون کرے..........؟

پس چہ باید کرد؟

ہماری رائے میں مسلمان ممالک کو فرانس اور دوسرے یورپی ممالک کے خلاف تحریک کا آغاز نہیں کرنا چاہیے۔ اس اقدام سے حجاب کے خلاف مہم کو حجاب مخالف عنصار آسانی سے مسلم اور غیر مسلم تہذیبوں کی جنگ ہی کا ایک حصہ قرار دے سکتے ہیں۔ جب کہ اس مہم کی کامیابی کے امکانات صرف اس صورت میں ہیں جب کہ اسے اسلام اور کفر کے دائرے سے نکال کر خالصتاً انسانی حقوق اور شخصی آزادیوں کے اصول کے تحت آگے بڑھایا جائے۔ یہ درست ہے کہ حجاب ہمارے دینی شعائر کا حصہ ہے اور وہ محض ایک ملبوساتی علامت یا پہناوا نہیں ہے۔ لیکن اسلام سے متصادم مغرب میں یہ دلیل شاید ہی کوئی پذیرائی حاصل کرسکے۔

اگر حجاب کے خلاف پابندیوں کو ان ممالک کے اپنے دساتیر اور قوانین کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ کے اس چارٹر کے حوالے سے چیلنج کیا جائے جس پر تمام ترقی یافتہ ممالک نے دستخط کر رکھے ہیں تو عالمی سطح پر جذبات کو برانگیختہ کئے بغیر بہتر نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں اور غیر مسلم لیکن بڑی اور بین الاقوامی طور پر موثر این' جی' اوز (NGOS) کو بھی حجاب کے حق میں متحرک کیا جاسکتا ہے۔ خوش قسمتی سے فرانس کے حجاب مخالف قانون کی زد میں یہودی' سکھ اور رومن کیتھولک عیسائی بھی آ رہے ہیں۔ جو اپنے لباس کے ساتھ بڑے سائز کی صلیب آویزاں کرنے کا شعار اپنائے ہوئے ہیں۔ اگر انسانی بنیادوں پر اس قانون کی مخالفت کی جائے تو عیسائیوں کے روحانی مرکز ویٹیکن سٹی' یورپ میں قائم تمام سکھ تنظیموں اور غیر مسلم لیکن انسانی حقوق کے علم بردار اداروں کی ہمدردیاں بھی حاصل کی جاسکتی ہیں اور اقوام متحدہ کے متفقہ طور پر جاری کردہ 'یونیورسل ڈکلریشن آف ہیومن رائٹس' کے آرٹیکل ۱۸ کی مدد بھی لی جاسکتی ہے۔ جس میں بنیادی انسانی حقوق اور شخصی آزادی کے ساتھ ساتھ مذہبی آزادی کے احترام کی گارنٹی بھی دی گئی ہے۔ فرانس' جرمنی'

سویڈن، بلجیئم اور ناروے میں وہاں کے قوانین کے مطابق رجسٹرڈ اور تسلیم شدہ اداروں مثلاً سرکاری طور پر تسلیم شدہ اسلامی کونسل اور مسلم ثقافتی سینٹروں کو چاہیے کہ وہ مذکورہ ممالک کے دائرہ قانون میں رہتے ہوئے قابل ترین قانون دانوں کی خدمت حاصل کریں اور ہر ملک کی وزارتِ تعلیم و ثقافت کے سامنے اپنے کیس پیش کر کے حجاب پر پابندی کے ضوابط کو خود ان ممالک کے آئین اور قوانین سے متصادم قرار دلوائیں۔

یورپ کے ان ممالک میں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مسلمانوں کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ سیاسی طور پر اسے ہرگز نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان ممالک کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ آئندہ الیکشن میں اپنا ووٹ حجاب مخالف لیڈروں اور جماعتوں کے خلاف ڈالنے کا واضح عندیہ دے دیں۔ اس حربے سے کم از کم فرانس اور جرمنی میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور اس مجوزہ کامیابی کے امکانات ان ممالک کی سیاسی فضا میں پہلے ہی سے اپنی جھلک دکھا رہے ہیں۔

حجاب پر پابندی کی مخالفت:

فرانس کے ایک مقتدر اخبار ''لی فگارو'' نے فروری ۲۰۰۴ء کی اپنی ایک اشاعت میں صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فرانس کے ایک اہم وزیر نے اپنا وزیر نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر کہا ہے کہ حجاب پر پابندی سے فرانس کی خارجہ پالیسی پر برے اثرات مرتب ہوں گے اور اگر ایسا کیا گیا تو حکومت کی جانب سے یہ ایک غلط اقدام ہوگا۔ کیونکہ بین الاقوامی تناظر میں یہ مسئلہ انتہائی حساس نوعیت اختیار کر چکا ہے۔ اسی طرح جرمنی کے ایک معتبر سیاسی رہنما شعائر کے درست یا نادرست ہونے کا فیصلہ کرتی پھرے یا پھر کسی مذہبی روایت سے امتیازی سلوک کو روا رکھے۔ ''لی فگارو'' نے لکھا ہے کہ اگر جرمنی کے صدر اس اصول کو اپناتے ہیں تو انہیں اگرچہ حجاب مخالف قوتوں کی جانب سے تنقید کا نشانہ بننا پڑے گا لیکن وہ راست باز اور بہادر رہنما کی حیثیت سے تادیر یاد رکھے جائیں گے۔

جرمنی ہی کے روزنامہ Die Welt کا تجزیہ ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ صلیب انسانی آزادی اور امن کا نشان ہے اور حجاب محض ایک دینی اور سیاسی علامت ہے تو بھی حجاب پر پابندی سے معاشرے میں ایک مکمل بے دین سیکولرازم کے پھیلاؤ کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے ان سیاسی قوتوں کا استدلال زیادہ بہتر اور مضبوط دکھائی دیتا ہے جو حجاب پر پابندی کی مخالفت کر رہی ہیں بہ نسبت ان عناصر کے جو جنونی طور پر حجاب مخالفت میں مہم چلا رہے ہیں، فرانس کے وزیر خارجہ جنوری ۲۰۰۴ء کے آخری ہفتے میں دبئی کے دورے پر آئے تو اخبار نویسوں نے ان سے حجاب پر پابندی کے حوالے سے سوالات کئے۔ ان سوالات کا جواب دیتے ہوئے وزیر موصوف مسٹر ڈومنک ویلی پن (Dominique Villepin) نے کہا فرانس ایک جمہوریت نواز ملک ہے اور انسانی حقوق کا احترام اس کے منشور میں شامل ہے اور ہم نے فرانس میں مسلم معاملات سے متعلق ایک اعلیٰ اختیاراتی کونسل بنا رکھی ہے۔

جس کا نام "Consil Franciais Du Culte Musalman" ہے۔اس کونسل میں شامل مسلمان لیڈروں سے ہم نے مسلسل کئی ماہ تک بڑا تفصیلی اور دوررس مکالمہ جاری رہا ہے۔اس کونسل کے قیام کا مقصد ہی اسلام اور فرانسیسی حکومت کے درمیان اچھے تعلقات کو استوار رکھنا ہے۔وزیر موصوف نے کہا کہ اسلام کا فرانس میں حقیقی طور پر ایک اہم مقام ہے اور وہاں اس مذہب کا احترام کیا جاتا ہے۔فرانس کی قومی پالیسی کا مرکزی نقطہ بھی یہی ہے کہ مذہب' اعتقادات اور دینی شعائر کے معاملے میں غیر جانبدار رہا جائے اور ہم اسی غیر جانبداری کی روایت کو فرانس میں بسنے والے تمام شہریوں کے درمیان مساوات کے اصولوں کے مطابق آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔فرانس میں مذہبی علامات پر پابندی کا جو قانون وضع کیا جارہا ہے وہ اسی تاریخی روایت کا حصہ ہے۔یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس قانون کا نشانہ بطور خاص اسلام ہے اور دراصل یہ پابندی صرف حجاب کے خلاف لگائی جارہی ہے۔

وزیر موصوف نے زور دے کر کہا کہ میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسکارف پہنے پر مکمل پابندی ہرگز عائد نہیں کی جارہی ہے۔یہ پابندی صرف سرکاری اسکولوں اور حکومتی ملازمین پر عائد ہوگی اور وہ بھی صرف اس وقت تک جب تک طالبات اسکول میں پڑھیں گی' یا پھر مسلم ملازم خواتین کے دفاتر کے اوقات تک محدود رہے گی۔ پرائیویٹ سکول' یونیورسٹیاں' سرکاری عمارت اور مقامات پر یہ پابندی غیر موثر رہے گی اور مسلمان طالبات اور خواتین حسب معمول حجاب استعمال کرنے میں پوری طرح آزاد ہوں گی۔

فرانسیسی اخبار' لی فگارو' نے اپنے ایک اور تبصرے میں لکھا ہے کہ جب حجاب پر پابندی کا قانون پارلیمنٹ میں پیش ہوگا تو اس پر سیاسی اختلاف رائے کی وجہ سے عین ممکن ہے کہ حکومت میں شامل سینئر رائٹ ارکان اس کی حمایت یا مخالفت میں تین یا چار گروہوں میں بٹ جائیں۔اگرچہ حجاب کے معاملے پر وسیع پیمانے کی بحث مذہبی جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اہم ہے اور سیکولرازم کی برتری کے لئے ضروری ہے' لیکن حجاب پر پابندی کے مجوزہ قانون کی مخالفت کرنے والی قوتیں بھی بہت مضبوط ہیں اور اگر یہ سب ایک جگہ جمع کہوں گئیں تو فرانسیسی سیاست میں موثر کردار ادا کرنے والے ''فار رائٹ نیشنل فرنٹ'' کے لئے یہ ایک سیاسی تحفہ ہوگا۔

اس سارے پس منظر سے ایک اور اہم سیاسی پہلو بھی ابھرتا ہے۔پوری دنیا جانتی ہے کہ فرانس میں آباد مسلم آبادی کا تعلق اپنے آبائی وطن کے حوالے سے بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔مثلاً فرانس میں بسنے والے مسلمان پوری مسلم دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔جن میں شام' عراق' لبنان' الجزائر' مراکش' موریطانیہ' سینگال' تیونس' پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمان شامل ہیں' ان تمام ممالک سے فرانس کے اقتصادی' تجارتی اور سیاسی روابط قائم ہیں۔اگر یورپ میں رہنے والی تسلیم شدہ تنظیمیں سیاسی سطح پر اس تاثر کو ابھار سکیں کہ حجاب پر پابندی کا قنون فرانس اور دنیا بھر کے مسلمان ممالک کے درمیان دوستانہ روابط کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے تو اس سے فرانس کی رائے عامہ اور سیاست میں موثر تجارتی

حلقوں کو مذکورہ قانون کے خلاف خالصتاً سیاسی، تجارتی اور بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے بھی متحرک کیا جاسکتا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے فرانسیسی عوام کی اس تہذیبی نفسیات سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جس کے زیر اثر فرانسیسی اپنے آپ کو تہذیب روشن اور کشادہ ظرفی کا نقیب خیال کرتے ہیں اور وسیع خیالی کو اپنا شعار قرار دیتے ہیں۔

فرانسیسی انقلابِ فرانس کی بہت تعریف کرتے ہیں اور انقلاب کے بعد یعنی اٹھارہویں صدی سے فخر کے ساتھ پوری دنیا کو یہ جتانے سے گریز نہیں کرتے کہ رواداری، مساوات اور حریت انقلابِ فرانس کے بنیادی اصول ہیں اور انہی اصولوں پر چل کر فرانس نے جدید دنیا میں موجودہ اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے۔ انقلاب فرانس کے ان بنیادی اصولوں پر اصرار اور فرانس کی مذہبی مداخلت سے بھری آئینی تشریحات کو بنیاد بنا کر اگر فرانس میں حجاب کو برقرار رکھنے کے حق میں کوئی تحریک شروع کی جائے جس کا مرکز فرانس ہی میں ہو تو قوی امکان ہے کہ وہاں اسلام کو ایک شدت پسند مذہب کے طور پر پیش کرنے والے فرانسیسی عناصر خود اپنے آئین، اپنے قانون اور اپنے اصولوں کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوسکتے ہیں۔ اور اس حجاب پر پابندی کو بالآخر ختم کروایا جاسکتا ہے یا اسے صرف سرکاری اسکولوں اور سرکاری دفاتر تک محدود رکھ کر یورپ میں بسنے والی مسلمان عورتوں کی زندگی کے شب و روز کے ہر لمحے تک محیط ہونے کے عمل کو روکا جاسکتا ہے اور حجاب پر پابندی کے اس ناپسندیدہ قانون کو پہلے قدم پر ہی زنجیر ڈال کر اگلے اقدامات سے باز رکھا جاسکتا ہے۔

(بقیہ ۱۵ صفحہ سے)

ہے جس گھڑی میں عبادت کرنے کا یہ انتظار کرے اس وقت اس پر زندہ کے لفظ کا اطلاق ہی نہ ہو بلکہ مردہ کے نام سے پکارا جائے۔ یہ بات ہر وقت پیش نظر رہے کہ جب دل میں اللہ کی عبادت اور نیکی کا حصول کا داعیہ پیدا ہو تو وہ وقت اگر اس عبادت کے لئے موزون ہے، تو فوراً اس پر عمل پیرا ہو اس میں تاخیر اور کسی آئندہ وقت میں اس کے حاصل کرنے کا روادار قطعاً نہ ہو۔

اگلے وقت پر ٹالنے کی ترغیب شیطان کی طرف سے اس کی انسان و مسلمان کے ساتھ ازلی دشمنی کا ایک پرفریب حربہ ہوتا ہے، کیونکہ اول تو خطبہ کی ابتداء میں ذکر کردہ احادیث اور قرآنی احکامات کی رو سے یہ واضح ہے کہ جس وقت کے لئے شیطان لعین اس کو ٹال رہا ہے یقین نہیں کہ اس وقت یہ زندہ بھی ہوگا یا نہیں اور اگر زندہ بھی ہو تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اس وقت اس کے عبادت و نیکی کا جوشوق پیدا ہوا ہو۔ آئندہ وہی جذبہ باقی بھی رہے گا یا نہیں۔